

کہا ہاں اور پھر میں نے یہ شعر پڑھا:

رائیٹنگ تبنی دائعافی قطیعتی

ولو کنت ذاحزم لهد مت ملتبنی

اے محبوب میں تجھے ہمیشہ سے دیکھ رہا ہوں

کہ تو مجھ سے قطع تعلق کی بنیاد قائم کرتا ہے اگر تو عقلمند

ہوتا تو اپنی بنیاد گرا دیتا۔ بس یہ شعر سننے کی دیر تھی کہ

انہوں نے قرآن بند کیا اور رونا شروع کر دیا اتنا

روئے کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی اور کپڑے بھیگ گئے

پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے! اے بیٹا تیرے

شہر کے لوگ مجھ پر طامت کرتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ یوسف زندقہ ہے میری یہ حالت ہے کہ میں

یہاں نماز کے وقت بیٹھا تلاوت کر رہا ہوں قرآن

پڑھنے سے میری آنکھوں سے ایک آنسو نہیں ٹپکا

اور تیرا شعر سن کر مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے

(تلمیس ابلیس ۲۸۰ دین تصوف ص ۱۲۱)

علامہ غزالی اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں: فان البیت الغریب یہیج

منہا مالا تہیج تلاوة القرآن (احیاء

العلوم ص ۲۱۵ ج ۲)

وجد ہوتا شعر سے طاری ہوتا ہے اتنا قرآن

پاک کی تلاوت سے پیدا نہیں ہوتا۔ صوفیوں کی

ایک جماعت میں کسی فقہی مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی

ابوالحسن نوری بھی ان کے ساتھ تھے وہ سر جھکائے

خاموش کھڑے تھے اور حصہ نہیں لے رہے تھے

(بات کی نتیجہ پر نہ پہنچی) تو نوری نے سر اٹھایا اور یہ

اشعار پڑھنے شروع کئے جن میں ایک شعر یہ تھا:

رب ورقاء یتوف فی الضحی

ذات شجوب صدحت فی فتن

بس یہ اشعار پڑھنے کی دیر تھی کہ تمام حضرات

فقہی مسئلہ کو چھوڑ کر کھڑے ہوئے اور وجد میں آ گئے

غزالی فرماتے ہیں اس فقہی مسئلہ کی وجہ سے جو بائیں

حق تھا ان پر وجد طاری نہ ہو سکا (احیاء

العلوم ص ۲۱۵ ج ۲)

صوفیاء کا

وجد بدعت ہے

ابو انس مولانا محمد نجی گوہر لون حفظہ اللہ
تلمس: ذکی علی

کٹرول نہ کر سکے کبھی ادھر کبھی آگے کبھی

پچھے جھکے اور گر پڑے اور کبھی بے ہوش ہو جائے

ایسی حرکات کو وجد حقیقی کہا جاتا ہے۔ (ص ۷۲،

ملخصاً و مفیداً) درحقیقت وجد ایسی کیفیت کا نام ہے

کہ وجد میں آنے والا گرتا ہے اچھلتا، تڑپتا، ناچتا اور

رقص کرتا ہے۔ (ص ۲۹، مفیداً)

وجد کی ابتداء:

اصغر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے دور میں کچھ ایسے لوگ اسلام میں داخل ہوئے

تھے جن پر غبی رسون کی چھاپ غالب تھی جو قرآن

سننے وقت اپنے اوپر نیم بیٹھشی کی حالت طاری کر

لیتے تھے لیکن آہستہ آہستہ وجد نے ایک فن کی

حیثیت اختیار کی تو پھر اس کی کیفیت بدل گئی پھر ان

حضرات پر وجد صرف عشقیہ اشعار سن کر طاری ہوتا

قرآن کی قرات کا ان پر اثر نہیں ہوتا تھا علامہ غزالی

فرماتے ہیں: فاعلم ان الغناء اشد

للسواجد من القرآن من سبعة اوجه

(احیاء العلوم، ۲/۲۱۱) تمہیں معلوم ہونا

چاہئے کہ گانا وجد کو سات وجہوں سے قرآن سے

زیادہ بڑھتا ہے۔

ابوالحسن دراج کہتے ہیں کہ میں بغداد سے

یوسف بن حسین رازی کی ملاقات کیلئے رے شہر میں

گیا۔ میری ان سے ملاقات ایک مسجد میں ہوئی وہ

تلاوت قرآن پاک میں مشغول تھے اور مجھے کہنے

لگے خوش الحانی سے کچھ پڑھنا جانتے ہو؟ میں نے

گر جا کہ سے مگر محمد امین نے علامہ مفتی

غلام فرید ہزاروی کا تصنیف کردہ رسالہ فضیلت

الذاکرین فی الجواب المنکرین ارسال کیا ہے تاکہ

اس کا علمی جائزہ لیا جائے۔ رسالہ میں دیگر بہت سی

قابل اعتراض باتوں کے علاوہ وجد کے جواز پر بڑا

زور دیا گیا ہے اور وجد کو نماز کی روح قرار دیا گیا ہے

موصوف کا روئے سخن اہل حدیث کی طرف ہے اور

ان کے بارہ میں غیر شائستہ التناظ استعمال کئے ہیں

رسالہ کی طبعی سطح کو اس لائق ہے کہ اسے نظر انداز کیا

جاتا اور اس پر قلم نہ اٹھایا جاتا۔ لیکن چونکہ اس میں

کچھ ٹھوک و شبہات پیدا کرنے کے علاوہ حق کو

باطل اور باطل کو حق قرار دیا گیا ہے جس کی بناء پر ہم

نے اس کا جائزہ لیا ہے۔

وجد کیا ہے؟

وجد صوفیا کی ایک خاص اصطلاح ہے لیکن

اس کی تعریف کے تعین میں ان کے درمیان سخت

اختلاف ہے۔ بلکہ ایک بہت بڑے صوفی عمرو بن

عثمان کی نے کہا ہے:

لا یقع علی کیفی الوجد عبارة

(طبقات الصوفیہ للسلکی ۲۰۲)

وجد کی کیفیت عبارت میں بیان نہیں کی جا

سکتی۔ موصوف ہزاروی صاحب نے یہ تعریف کی

ہے تلاوت قرآن، نعت رسول، ذکر الہی کا بزرگان

دین کی تعریف و توصیف سن کر ایک خاص کیفیت کا

انوار و تجلیات کا ورود ہونا کہ سننے والا اپنے اوپر

نماز اصلی اور بغیر وجد کے نماز رسی ہے گویا کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نمازیں تو محض رسی تھیں اور صوفیہ حضرات کی وجد سے لبریز نمازیں اصلی ہیں حالانکہ ایسی نمازیں شریعت مطہرہ بلکہ فقہ حنفی کے بھی منافی ہیں۔

موصوف کے دلائل کا تجزیہ:

موصوف نے بزم خویش وجد اور رقص کے جواز پر شریعت اسلامیہ مطہرہ سے چند دلائل مہیا کرنے کی کوشش کی ہے ہم ان دلائل پر کتاب و سنت کی روشنی میں بحث کرتے ہیں اور جو نتیجہ ہے وہ قارئین کرام کے سامنے رکھتے ہیں۔

(۱) موصوف اپنے موقف میں پہلی دلیل آیت کریمہ: اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثنائی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ پیش کی ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ایسی اچھی کتاب نازل کی ہے کہ اس کی آیتیں باہم ملتی جاتی ہیں بار بار دہرائی جاتی ہیں جس سے اپنے رب سے ڈرنے والوں کے دل کا پٹنہ لگتے ہیں (یعنی حرکت کرنے لگتے ہیں) پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو جاتے ہیں اللہ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں اور پھر اس پر حاشیہ آرائی یوں کی ہے کہ ان کے اجسام وابدان حرکت کرنے اور مضطرب ہونے لگتے ہیں ذکر خداوندی میں سرشار ہو کر ذاکر بن جاتے ہیں۔ یہاں نص قطعی الثبوت کی دلالت بھی افشہ ار بدن اور دلوں کے نرم ہونے پر قطعی ہے۔ گویا کہ وجد کی کیفیت کا ثبوت ایسی نص سے واضح ہے کہ جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے اور پھر نفس وجد کا انکار اس آیت مذکورہ کا انکار ہے جو خالص کفر ہے (بلفظ ص ۲۸)

موصوف نے مطلب براری کیلئے دل کے

خشوع وجد کے منافی ہے اس لئے کہ خشوع کا محل قلب ہے جبکہ وجد کا تعلق ظاہری حرکات سے ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: الخشوع محله القلب فاذا خشع خشعت الجوارح کلہا لخشوعہا اذہو ملکا (تفسیر القرطبی: ۱۲/۹۶)

خشوع کا محل قلب ہے جب دل خشوع والا ہوتا ہے تو جسم کے تمام اعضاء خشوع والے ہوتے ہیں کیونکہ دل تمام اعضاء کا مالک ہے۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے خشوع دل کا ہے اور یہی ابراہیم نخعی سے منقول ہے امام حسن بصری فرماتے ہیں صحابہ کرام کا خشوع ان کے دلوں میں تھا (تفسیر ابن کثیر ص ۳۱ جلد طبع العرفان) معروف مفسر علامہ مراغی فرماتے ہیں: الخاشع هو المعتدل مع الخوف وسکون للجوارح (تفسیر المراغی ۱۸/۴)

خاشع وہ ہوتا ہے جو خوف سے مطیع ہو اور اس کے اعضاء سکون میں ہوں (حرکت نہ کریں) امام الملتی ابن منظور الافریقی خضوع و خشوع میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الخشوع فی البدن والصوت والبصر کقولہ تعالیٰ خاشعة ابصارہم وخشعت الاصوات للرحمان (لسان العرب ۴/۱۰۰)

خشوع کا تعلق بدن، آواز اور نظر کے ساتھ ہے کہ ان میں خاموشی آ جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قیامت کے ان کی نظریں جھکی ہوگی اور فرمایا رحمان کی خاطر آوازیں، خاموش ہوگی، مذکورہ اقوال سے واضح ہو گیا کہ خشوع اور وجد دو مختلف چیزیں ہیں خشوع خاموشی کا نام ہے اور اس کے برعکس وجد حرکت کا نام ہے جو اہل ایمان کی نمازوں سے مختلف کیفیت ہے۔ باقی رہا وجد والی

العلوم: ۲/۴۱۲) یہ اور اس قسم کے بیسیوں واقعات سے واضح ہے کہ ان حضرات پر قرآن یا شرعی احکام سننے سے وجد طاری نہیں ہوتا اور نہ تو قرآن پر رقص کرتا ہے اور نہ ناچتا ہے بلکہ قوال جب اپنی سر میں کوئی عشقیہ شعر پڑھتا ہے تو اس پر ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ نہ عشق میں مدھوش ہو کر لڑکھڑانے اور ناچنے لگتا ہے۔

اصلی نماز اور رسمی نماز:

موصوف فرماتے ہیں کہ (وجد کی وجہ سے نماز میں) جو شخص مغلوب الحال ہو جاتا ہے تو نہ اس کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ ٹوٹی ہے اور نہ ہی وضو اور نہ ہی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ روح نماز کی علامات ہیں بلکہ اصلی نماز یہی ہے۔ رسی نمازوں میں ایسی کیفیات وارد نہیں ہوتیں یہ کیفیات اصلی نمازوں میں ہی وارد ہوتی ہیں (ص ۳۳) موصوف کا وجد والی نماز کو اصلی قرار دینا اور دوسری نمازوں کو رسی قرار دینا محض ظن باطل بہت بڑی جرأت ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ جو امام الاتقیاء ہیں ان پر نماز میں کبھی مذکورہ وجد کی حالت طاری نہیں ہوتی تھی اور نہ یہ ثابت ہے کہ کسی صحابی پر نماز میں وجد طاری ہوا ہو تو اس نے صوفیہ جیسی حرکات کی ہوں درحقیقت ایسی نمازیں جن میں ان پر وجد طاری ہوتا ہے سنت کے موافق نہیں ہیں ایسی تمام کیفیات خود ان کی یا شیطان کی پیدا کردہ ہیں ایمانداروں کی نماز وجد والی نہیں بلکہ خشوع والی ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قد افلح المومنون الذین ہم فی صلیوتہم خاشعون (المومنون: ۱۰۲) بلاشبہ ایمان والے فلاح پا گئے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع کیا ہے:

کانپنے کا مفہوم حرکت کرتے کیا ہے اور مراد پورا جسم

ایسے ہی ایک شخص کے پاس سے ابن عمر کا گزر ہوا جس پر غشی طاری تھی تو انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا اسے کیا ہوا ہے لوگوں نے کہا اس پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے اور اللہ کا ذکر سنا ہے تو یہ گر پڑتا ہے ابن عمر نے فرمایا بلاشبہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم اس طرح نہیں کرتے ان میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے اصحاب محمد اس طرح نہیں کرتے تھے (ایضاً) حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں ایمانداروں کی سماع تلاوت ہے جب کہ ان صوفیوں کا سماع گانا گانا اور گانا گانے والوں کی آواز سنا ہے ایمانداروں پر جب رحمن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ بڑے ادب، خوف، امید، محبت فہم اور علم سے سجدہ میں گر جاتے ہیں لیکن صوفیا حضرات سماع کے وقت ادب کو ملحوظ نہیں رکھتے جیسا کہ صحابہ کرام کا کتاب اللہ کے سننے اور تلاوت کے وقت ادب ہوتا تھا کہ ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے پھر وہ اپنے دلوں کی نرمی کے ساتھ اللہ کے ذکر میں ادب سے جھک جاتے تھے وہ نہ تو شور شرابہ کرتے تھے اور نہ ہی تکلف سے کام لیتے بلکہ وہ ثبات، سکون، ادب اور خشیت کے اوصاف سے متصف تھے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں اپنے رب اعلیٰ کی تعریف سے کامیاب ہوئے امام قتادہ آیت تقعر کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ تو اولیاء اللہ کی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ تلاوت کے وقت ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور آنکھوں میں آنسو جاری ہونے لگتے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دل مطمئن ہونے لگتے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت نہیں بتائی کہ ان کی عقلیں ختم ہو جاتی اور ان پر غشی طاری ہو جاتی یہ چیزیں تو اہل بدعت میں پائی جاتی ہیں جو شیطان کی طرف سے ہیں

۲۔ موصوف نے دوسری آیت: فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا، پیش کی ہے جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو اس نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہاں صفاتی تجلی نے موسیٰ کو بے ہوش اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے تو پھر ذاتی انوار و تجلیات کا کیا عالم ہوتا ہے (بلفظ ص ۲۸)۔ اس آیت کریمہ سے وجد کا استدلال صوفیہ کا ہی کمال ہے ورنہ ائمہ سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی ایک نے یہاں سے وجد پر استدلال نہیں کیا اصل واقعہ یہ ہے جیسا کہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ حسب وعدہ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کیلئے میقات پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تو موسیٰ نے عرض کیا! اے میرے رب تو مجھے اپنے آپ کو دکھا کہ میں تجھے دیکھوں تو اللہ نے فرمایا تو مجھے بالکل نہیں دیکھ سکے گا ہاں تو پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تو مجھے دیکھ لے گا جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی ڈالی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے (اعراف: ۱۴۳) اللہ تعالیٰ نے یہ تجلی موسیٰ پر نہیں بلکہ پہاڑ پر ڈالی تھی اور جب تجلی کی وجہ سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا تو یہ منظر اتنا خوفناک تھا کہ موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے کہاں صوفیوں کا وجد اور کہاں پہاڑ کے پھٹنے کے خوفناک منظر سے بیہوش ہو جانا کیا دونوں میں مماثلت ہو سکتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف وجد میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کے ملاحظہ کے قائل ہیں دوسرے لفظوں میں موسیٰ تو صفاتی تجلی برداشت نہ کر سکے لیکن صوفیہ حضرات میں اتنی قوت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کا

مشاہدہ کرتے ہیں حالانکہ یہ صحیح حدیث کے منافی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حجابہ النور لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه (مسلم ص ۹۱، دار السلام) اللہ تعالیٰ کا حجاب (پردہ) نور ہے اور اگر وہ اس پردے کو کھول دے تو اس کے چہرے کا نور اور جلال مخلوق میں سے ہر اس چیز کو جلا کر رکھ دے جہاں تک اس کی نظر پہنچنے معنی یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کیلئے تجلی کرتا ہے تو اس کی ذات کے جلال سے تمام مخلوق جل جاتی ہے ظاہر ہے کبھی کوئی صوفی اپنے وجد کی وجہ سے راکھ کا ڈھیر نہیں بنا۔ معلوم ہوا کہ موصوف کا استدلال سراسر غلط بلکہ قرآن اور صحیح حدیث کے صریحاً منافی ہے۔

۳:- موصوف نے اپنے موقف میں تیسری آیت: واختار مونسى قومه سبعين رجلا لميقاتنا فلما اخذته الرجفة - پیش کی ہے اور اس پر صرف اتنی حاشیہ آرائی کی ہے کہ فرماتے ہیں کہ صاحب روح المعانی کا استدلال قابل غور ہے (۲۸) ہم نے مذکورہ آیت تفسیر روح المعانی میں دیکھی لیکن موصوف نے جس استدلال کی طرف اشارہ کیا ہے وہ ہمیں نظر نہیں آیا ہے اگر فی الواقع اس میں موصوف کے حق میں کوئی بات ہوتی تو اسے ضرور صراحت کے ساتھ لکھتے لیکن ہاں تو صاحب روح المعانی نے صوفیوں کے وجد کی کوئی بات نہیں کی۔ یہ محض موصوف کا الزام ہے اگر ان کا استدلال رجفۃ لفظ سے ہے تو اس کا معنی لغت میں زلزلہ ہے علامہ قرطبی فرماتے ہیں یہ مروی ہے کہ ان پر سخت زلزلہ آیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی ۴/۲۶۳) کیا زلزلہ کو وجد کہتے ہیں ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم

میں ستر افراد کا انتخاب کرے تو جب موسیٰ علیہ السلام نے انتخاب کر لیا تو دعا کیلئے الگ ہوئے انہوں نے جو دعا کی وہ یہ تھی کہ اے اللہ ہمیں وہ کچھ عطا فرما جو تو نے ہم سے پہلوں کو عطا نہیں کیا ہے اور نہ وہ ہمارے بعد آنے والوں کو عطا کرنا تو اللہ تعالیٰ نے انکی اس دعا کو ناپسند کیا اور ان کو رجفہ (زلزلہ) نے پکڑ لیا (تفسیر ابن کثیر ۲/۳۳۳)

پھر ان پر زلزلہ آیا وہ بطور عذاب کے تھا جیسا کہ اسی آیت کریمہ میں یہ الفاظ: قال رب لو شئت اهلكتهم من قبل وایای اتھلکنا بما فعل السفهاء منا (الاعراف: ۱۵۵) ہیں۔ اے اللہ اگر تو چاہتا تو ان کو اور مجھے بھی میقات سے پہلے ہلاک کر دیتا کیا تو ہم کو ہمارے بیوقوفوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔ موصوف کا کیسا عجیب استدلال ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا کے طور پر ہلاک کیا تھا اور یہ اس کو صوفیوں کے وجد کی دلیل ٹھہرا رہے ہیں کیسے ممکن ہے کہ دونوں میں کوئی مشارکت ہو؟

۴:- موصوف نے اپنے موقف میں چوتھی آیت: فلما راى انبيته اكبرنه وقطعن ايديهن - پیش کی ہے۔ اور استدلال یہ کیا ہے کہ صرف جمال یوسفی کے مشاہدہ سے زنان مصر ایسی بے ہوش ہو گئیں کہ انگلیاں کاٹ لیں۔ یہ کیفیت وجد کی ہے جو جمال خداوندی یا جمال مصطفیٰ کے مشاہدہ سے اس کا طاری ہونا ثابت ہوتا ہے (بالفظہ ۲۸) اس آیت کریمہ سے موصوف کا استدلال پہلے استدلال سے بھی عجیب تر ہے۔ اگر ان کا استدلال درست تسلیم کر لیا جائے تو چاہئے تھا کہ تمام صحابہ کرام نے جمال مصطفیٰ کی جھلک سے اپنے ہاتھ کاٹ لئے ہوتے لیکن ایسا قطعاً نہیں ہوا اور نہ زنان مصر نے وجد کی وجہ سے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ اس وقت وجد کہاں تھا کہ وہ عورتیں وجد میں

ہاتھ کاٹ لیتیں یوسف علیہ السلام نے اسلام کی تبلیغ کا آغاز قیدی خانہ سے کیا تھا اور ہاتھ کاٹنے کا واقعہ اس سے پہلے کا ہے گویا کہ اس واقعہ کا وجد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اگر موصوف کے نقطہ نظر سے اتفاق کیا جائے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ کفار پر بھی وجد طاری ہوتا ہے۔ ایسا مشترکہ عمل موصوف کو مبارک ہو۔

۵:- موصوف نے آیت: انما المومنون الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم - بھی اپنے موقف میں پیش کی ہے اور فرماتے ہیں ایمان والوں کے سامنے جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں یعنی دلوں پر اضطراب کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ (بالفظہ ص ۲۹)

قارئین کرام! آپ نے مفتی صاحب کی پیش کردہ آیات کو ملاحظہ فرمایا ہے کہ ان آیات کا مفتی صاحب کے موقف سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ ساری مفتی صاحب کی تحریف معنوی کی مذہبوجی حرکت ہے جس کا ان آیات سے کوئی تعلق نہیں۔ باقی رہا وجد کا انکار کفر ہے تو یہ موصوف کی بڑی دیدہ دلیری اور جرأت ہے بلکہ سلف صالحین صحابہ کرام پر بڑا طعن ہے کیونکہ ان میں سے کوئی ایک بھی ان کے اس مفروضہ وجد کا قائل نہیں تھا اس کے تو وہی لوگ قائل ہیں جو قرآن و سنت کی حقیقی تعلیم سے کوتاہ دست ہیں۔ رہا فتویٰ بازی کا مشغلہ تو بیچاروں کی تربیت ہی آلے کے خط کی حد تک ہوتی ہے۔ یہ ہر اس شخص کو کافر سمجھتے ہی جو ان کے دائرہ اعتقاد سے باہر ہوتا ہے خواہ اس کی زد میں صحابہ کرام اور ائمہ سلف آتے ہوں۔ (الفائدہ دارنا (لہ) ر (مجموعہ)

احادیث سے استدلال

موصوف نے بعض احادیث سے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جن میں پہلی حدیث

یہ کہ بعض صحابہ کرام کی زبان سے قرآن کریم کی تلاوت سن کر گھوڑا ناچتا ہے۔ اگر قرآن کریم سن کر گھوڑے جیسے جانور پر وجد طاری ہو سکتا ہے تو انسان پر ایسی کیفیات کا ورود کیونکر نہیں ہو سکتا؟ (ص ۲۹) موصوف نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک صحابی رات کو سورت الکہف اور ایک روایت میں ہے سورۃ البقرہ پڑھ رہے تھے اور ساتھ ہی ان کا گھوڑا باندھا ہوا تھا اور ایسے ہوا جیسا کہ آسمان سے بادل قریب آرہے ہیں۔ جس سے گھوڑا گھونسنے لگا صحابی نے قرأت ختم کر دی تو گھوڑا سکون میں آ گیا صبح کے وقت وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور واقعہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ فرشتے تھے جو تیری آواز کی وجہ سے قریب آئے تھے (ملخصاً) اس واقعہ کی ایک حدیث میں ہے: وجعل فرسہ یعفر ینفخ بخاری مع فتح الباری ۹/۵۷ گھوڑا بدکنے لگا۔ جس سے ظاہر ہے کہ گھوڑا فرشتوں کو دیکھ کر ڈر گیا تھا جس کی وجہ سے وہ بدکا تھا یہ نہیں تھا کہ اس پر وجد طاری ہو گیا تھا جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھ گئے تو گھوڑے کا خوف جاتا رہا اور وہ بدکنے سے رک گیا خوف کی وجہ سے چار پایوں کا ایسے کرنا عادت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کانہم حمر مستنقرہ فرت من قسورة۔ گویا کہ وہ گدھے ہیں جو شیر کو دیکھ کر بھاگ جاتے ہیں۔

۲:- دوسری حدیث یہ پیش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جعفر بن ابی طالب کو فرمایا تھا کہ تشبہت خلق و خلقی۔ تو انہوں نے اس پر رقص کیا یعنی ناچنے لگے (ص ۳۰ و ۳۹) اس کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا انت اخونا ومولانا۔ تو وہ بھی اس پر ناچنے لگے۔ اور علی رضی

اللہ عنہ کو فرمایا: انت منی وانا منک۔ تو وہ بھی فرط مسرت سے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ناچنے لگے۔ (ص ۵۰)

در اصل تینوں واقعات ایک روایت کے ہیں اور ان حضرات کے پاس رقص اور وجد کی سب سے بڑی دلیل یہی حدیث ہے جس میں رقص کی صریح وضاحت ہے اس روایت کا پس منظر یہ ہے جیسا کہ خود مفتی صاحب نے بیان کیا ہے فرماتے ہیں۔ جب سیدنا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کی تربیت کے متعلق حضرت علی، حضرت جعفر حضرت زید بن ثابت (صحیح زید بن حارثہ ہے) کا باہمی اختلاف ہوا کیونکہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ میں پرورش کروں تو اس موقع پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اے علی تم میرے ہواور میں تمہارا ہوں۔ (ص ۵۰) ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیحین اور دیگر کتابوں میں موجود ہے لیکن اس میں رقص کا کوئی ذکر نہیں صرف مسند احمد ص ۱۰۸ ج ۱ کی ایک روایت میں رقص کا ذکر ہے یہ روایت صحیح نہیں ہے اس کا راوی ہانی بن حانی ہے ابن حجر فرماتے ہیں اس نے علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے اور اس سے ابو اسحاق اسمعیل اکیلے روایت کرتے ہیں نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ابن سعد نے اہل کوفہ سے طبقہ اولیٰ میں ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ شیعیت کی طرف مائل تھا ابن مدینی کہتے ہیں مجہول ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں غیر معروف ہے اور اہل علم اس کی حدیث کو اسکی جہالت کی وجہ سے منسوب نہیں کرتے (تہذیب: ۱۱/۲۳)

اس بارہ میں جو صحیح اسناد کے ساتھ حدیث مروی ہے اس میں رقص کے الفاظ نہیں ہیں۔ لہذا یہ الفاظ منکر ہیں۔ ثانیاً حدیث میں لفظ جمل ہے امام بن جوزی فرماتے ہیں: اما الحجل فهو

نوع من المشی یفعل عند الفرح فاين هو من الرقص (تلبیس: ۹۲۹) ”جمل چلنے کی ایک قسم ہے جو خوشی کے وقت چلا جاتا ہے یہ رقص سے نہیں ہے“ بغرض صحت حدیث تینوں صحابہ کرام نے یہ رقص کیا تھا تو وہ بطور وجد کے نہیں۔ بلکہ خوشی کے طور پر کیا تھا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: احمد کی روایت علی رضی اللہ عنہ سے اور اسی طرح مرسل باقر میں ہے کہ جعفر کھڑے ہوئے تو نبی اکرم ﷺ کے ارد گرد گھومے اور رقص کیا تو نبی اکرم ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا میں نے حبشیوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں اور ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ نجاشی جب کسی پر راضی ہوتا تو وہ اس کے گرد رقص کرتا (فتح الباری: ۵۰/۷)

موصوف نے بحوالہ البدایہ اور حلیۃ الاولیاء ایک روایت یہ بھی پیش کی ہے کہ صحابہ کرام جب کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اپنے قدموں اور پیشانیوں کے درمیان حصے کو حرکت دیتے جب صبح ہوتی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے ایسے حرکت کرتے جیسا ہواوالے دن درخت حرکت کرتا ہے (ص ۳۲) البدایہ میں تو اس کی سند نہیں البتہ حلیۃ الاولیاء ص ۲ ج ۱ میں اس روایت کی سند اس طرح ہے: حدثنا اسحاق بن ابراہیم ثنا محمد بن یزید ابو ہشام ثنا المحاربی عن مالک بن المغول عن رجل من جعفی عن السدی عن ابی اراکۃ عن علی: اس سند کا ایک خرابیاں ہیں اولاً اراکہ کا ترجمہ مجھے میں ملا۔ ثانیاً رجل من جعفی مجہول ہے ثانیاً محمد بن یزید ابو ہشام قوی نہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں میں نے ائمہ محدثین کو دیکھا ہے کہ وہ اس کے ضعف پر متفق

ہیں۔ (تقریب: ص ۳۲۴) کیا اتنی خرابیوں والی روایت استدلال کے قابل ہوتی ہے؟ دراصل مفتی صاحب کا ذوق صوفیانہ ہے علم حدیث نہیں اور نہ ان کو علم حدیث سے کچھ دلچسپی ہے کہ وہ صحت و سقم کے معیار کو معلوم کر سکیں۔

ایک حدیث یہ بھی پیش کی ہے کہ جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ کی امت کے غرباء امراء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو خوشی کے موقع پر ہم کو شعر سنائے ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور اس نے اشعار پڑھے یہ اشعار سن کر حضور ﷺ اور صحابہ کرام پر وجد طاری ہو گیا ہر ایک اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور حضور کے کندھے سے چادر گر گئی (۳۸)

ہم کہتے ہیں یہ حدیث صرف صوفیہ حضرات کی کتب میں پائی جاتی ہے جس کا کتب حدیث میں کوئی ثبوت نہیں صوفیہ کی کتب موضوع روایات کا پلندہ ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہیں امام ابن تیمیہؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: ہو حدیث مکذوب موضوع باتفاق اہل العلم بهذا الشأن (الفتاویٰ ۱۱/۵۶۳، دین تصوف ص ۱۲۵) یہ حدیث تمام محدثین کے یہاں بالاتفاق موضوع اور من گھڑت ہے۔ اس روایت کے وضع کرنے والے نے ذرا بھرجیا سے کام نہیں لیا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا عشقیہ اشعار سن کر ناچنا ثابت کیا ہے۔ مشکوٰۃ ص ۱۸۴ کے حوالہ سے یہ روایت پیش کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے مجھے حضور علیہ السلام نے سینے پر ایک ضرب لگائی تو مجھے ایسا حال غالب ہوا کہ میرا تمام بدن گرم ہو گیا اور میں پسینے میں شرابور ہو گیا اور میرا حال یہ تھا کہ میں خدا کو دیکھ رہا ہوں۔ (ص ۴۹) معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب روایت

اصل کتابوں سے نقل نہیں کرتے بلکہ ان کے سامنے کسی غیر پختہ کار مولف کی کوئی کتاب ہے اور یہ اس پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہوئے وہاں سے روایت نقل کر رہے ہیں۔ اس لئے انہیں معلوم نہیں کہ میں درست نقل کر رہا ہوں یا غلط۔ یہ روایت مشکوٰۃ میں اس طرح ہے:

عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ یا ابا المنذر اتدري اية من کتاب اللہ تعالیٰ ملک اعظم قلت اللہ ورسولہ اعلم قال یا ابا المنذر اتدري ای اية من کتاب اللہ تعالیٰ ملک اعظم قلت اللہ لا الہ الا هو الحی القيوم قال فضرب فی صدری وقال لیہنک العلم یا ابا المنذر۔

ابی بن کعب فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو منذر کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کی کتاب میں کوئی آیت بڑی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا: ابو المنذر کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کی کتاب میں کوئی آیت بڑی ہے میں نے کہا آیت الکرسی۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابو المنذر تجھے علم مبارک ہو۔ اب دیکھو اس روایت میں نہ بدن کے گرم ہونے کا اور نہ پسینہ سے شرابور ہونے کا اور نہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی حالت کا ذکر ہے۔ حدیث رسول میں یہ سب مفتی صاحب کے اضافے ہیں جن کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں۔

موصوف نے جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں روایت پیش کی ہے کہ ان پر خوف کی وجہ سے ایسی کیفیت طاری رہی کہ وہ تین دن تک غالب رہی (۴۳) اس کا انہوں نے کوئی حوالہ نہیں دیا البتہ اس واقعہ کو امام ابن جوزی نے اس طرح ذکر کیا ہے اور ابو نصر طوسی نے بیان کیا کہ جب آیت نوان جہنم لموعدهم اجمعین۔ نازل ہوئی تو سلمان فارسی بڑے چپچپے اور بھاگ گئے تین دن تک پتہ نہ چلا۔ امام ابن جوزی فرماتے ہیں یہ واقعہ محال اور کذب ہے آیت مکہ میں نازل ہوئی اور سلمان فارسی مدینہ میں مسلمان ہوئے۔ پھر اس کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ ہی ایسا کرنا کسی ایک صحابی سے منقول ہے (تلمیس ابلیس: ۲۸۳)

وجد کے بارے میں مفتی صاحب نے کتاب و سنت سے یہی دلائل دیئے ہیں آپ نے دیکھا کہ ان میں کوئی ایک بھی دلیل صوفیوں کے وجد کے حق میں نہیں ان دلائل کی حقیقت بس اسی قدر ہے کہ چند آیات کی تحریف معنوی کی ہے اور چند ضعیف اور من گھڑت روایات ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے نام تھوپ دی گئی ہیں۔

صحابہ کرام، تابعین اور وجد

ہم جیسا کہ پہلے ذکر کرتے آئے ہیں کہ وجد کی ابتداء اصغر صحابہ کرام کے دور میں ہوئی۔ لیکن صحابہ کرام نے ایسے حضرات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جیسا کہ اسماء بنت ابی بکرؓ اور ابن عمرؓ کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ کہ انہوں نے شیطانی فعل قرار دیا۔ اور اس سے پہلے طلب کی۔ اسی طرح عامر بن عبد اللہ بن زبیر فرماتے ہیں۔ میں اپنے باپ کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا تو کہاں تھا میں نے کہا میں نے ایک بڑی اچھی قوم دیکھی ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان پر اللہ کے خوف سے لرزہ اور کپکپی طاری ہو جاتی ہے تو میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے آئندہ ان کی مجلسوں میں نہیں جانا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو قرآن پڑھتے دیکھا ان پر یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی تھی۔ تیرا خیال ہے کہ یہ لوگ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ خوف کھاتے ہیں۔ اگر تو نے آئندہ ان کی صحبت اختیار کی اور ان کی مجلسوں میں گیا تو میں تجھے سزا دوں گا (تلمیس ابلیس: ۲۸۶)

جناب عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے ان لوگوں کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا: یہ

۳۹